امیر شریعت......ایک ہمہ گیر شخصیت

نواب زادہ نصر اللہ خان مرحوم (سابق سیکرٹری جنرل مجلس احرار اسلام ہند)

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ ہمہ گیر اور پہلودار شخصیت کے مالک تھے۔ وہ بیک وقت عالم دین، شعلہ بیان خطیب اور برعظیم میں جدوجہد آزادی کے صفِ اوّل کے رہنما تھے۔ انھوں نے تحریک آزادی کے ساتھ ساتھ بالعموم پورے ہندوستان اور بالخصوص پنجاب، سندھ اور سابق ریاست بہاول پور کے علاقوں میں مسلمانوں میں فرسودہ رسوم ورواج اور توہم پرستی کے خلاف مسلسل جدوجہد کی۔ ان علاقوں میں اس جاگیردار طبقہ کی بڑی شدت سے مخالفت کی جس نے سامراج کے پاؤں مضبوط کیے۔ اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ پنجاب، سندھ، صوبہ سرحد میں برطانوی حکمرانوں کے خلاف رائے عامہ کو بیدار کرنے اور اس سے ٹکرانے کا جذبہ پیدا کرنے میں امیر شریعت کا بہت بڑا حصہ ہے۔ اسی طرح شاہ جی نے مسئلہ ختم نبوت کی اہمیت اور نزاکت سے ملتِ اسلامیہ اور خاص طور پر جدید تعلیم یافتہ طبقہ کو روشناس کرایا۔ فتنۂ قادیانیت کے ان مذموم مقاصد کو بے نقاب کیا جن کے حصول کے لیے اس خاص گروہ کو وجود میں لایا گیا تھا۔ شاہ جی نے مسئلہ ختم نبوت کے لیے جو کام کیا، یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ اب ہر مسلمان اس مسئلہ کی اہمیت سے پوری طرح آگاہ ہو چکا ہے۔ یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ ہندوستان کی آزادی کے لیے مسلمانوں نے جدوجہد کی اور جو عظیم قربانیاں دیں ان کو بوجوہ فراموش کیا گیا۔ یا ایک طبقہ نے ان کی اہمیت کو نظرانداز کرنے کی کوشش کی لیکن مستقبل کا مؤرخ جب بھی تحریک آزادی پر قلم اٹھائے گا تو ان مسلم زعماء اور مسلمان قوم کی قربانیوں کو یقیناً اجاگر کرے گا اور اُن کی بے لوث خدمات کو خراجِ تحسین ادا کیے بغیر نہیں رہ سکے گا۔ کیونکہ اس کے بغیر برعظیم کی تحریکات آزادی کا تذکرہ ادھورا اور نامکمل رہے گا۔ شاہ جی اور ان کے رفقاء نے سامراج کو ملک سے باہر نکالنے میں جو کردار ادا کیا وہ تاریخی حیثیت کا حامل ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد، مفتی کفایت اللہ، مولانا احمد سعید دہلوی، مولانا محمد علی جوہر، سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور دوسرے اکابر برق بن کر برطانوی حکمرانوں کے نشیمنوں پر گرے۔ انھوں نے سامراج اور اس کے کاسہ لیس مسلمان جاگیرداروں اور سرمایہ پرستوں کے خلاف رائے عامہ کو بیدار اور منظّم کیا۔ یہ اسی تحریک کا نتیجہ تھا کہ جلیانوالہ باغ اور قصہ خوانی بازار میں مسلمانوں نے ہندوؤں اور سکھوں سے کہیں زیادہ قربانیاں دیں۔ جامِ شہادت نوش کیا، تحریک آزادی کو بال و پر فراہم کیے اور اسے آگے بڑھایا۔ اس بارے میں دو رائے نہیں ہوسکتیں کہ اسلامیانِ پاک و ہند میں جذبۂ حریت پیدا کرنے میں سب سے نمایاں کردار علماء نے انجام دیا۔ بیسویں صدی کے شروع میں آزادی کی تحریکات میں مولانا محمود حسن، مولانا ابوالکلام آزاد اور ان کے رفقاء اور ان کے بعد حکیم اجمل خان، ڈاکٹر مختار احمد انصاری، مولانا ظفر علی خان اور دوسرے زعماء نے ملتِ اسلامیہ کی نشاۃ ثانیہ اور ان کے کردار کی تعمیر و تشکیل میں بیش از بیش حصہ لیا۔

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری سب سے بڑے خطیب، مسلمانوں کے ایک بڑے طبقہ میں بے حد مقبول اور ہر دل عزیز مسلمان رہنما تھے۔ لیکن ان میں غرور اور تفاخر کا کوئی جذبہ نہیں تھا۔ ان کی زندگی انتہائی سادہ اور درویشانہ تھی۔ وہ اپنے کارکنوں سے بے حد محبت و شفقت کرتے تھے۔ انھوں نے اپنے رفقاء کو بلاتمیز امیر و غریب قومی زندگی میں نمایاں کرنے اور آگے لانے کی ہمیشہ سعی کی اور ان کی ہر ممکن حوصلہ افزائی کی۔ یہی وجہ تھی کہ مجلس احرار اسلام نے سینکڑوں مقرر اور ہزاروں بے لوث، بے غرض اور جری کارکن پیدا کیے۔ جس کا منطقی نتیجہ یہ نکلا کہ تقسیم ملک سے قبل نئی قیادت کا اتنا فقدان محسوس نہیں کیا گیا جتنا کہ اب محسوس ہوتا ہے۔ اگر قیامِ پاکستان کے بعد برسراقتدار جماعتیں اپنے مخالفین کو سبّ وشتم کا نشانہ نہ بناتیں اور سیاست کے میدان میں قدم رکھنے والوں سے بدتر سلوک نہ کرتیں تو آج صورتحال بہت مختلف ہوتی۔ اور نئی قیادت کے ابھرنے کے دروازے یوں بند نہ ہوتے۔

سید عطاء اللہ شاہ بخاری برسراقتدار طبقہ کے رعب و دبدبہ اور سرمایہ دارانہ اثر سے ہمیشہ بے نیاز رہے۔ انھوں نے مدت العمر کسی انگریز حکمران سے ملنے یا اس کا قرب حاصل کرنے کی ذرہ بھر کوشش نہ کی۔ ان سے ملنے والے ان کے ایثار، استغنا اور بے لوثی کی شہادت دے سکتے ہیں۔

خلافتِ عثمانیہ جو اس وقت ایک حد تک اسلامیانِ عالم کا مرکزِ عقیدت تھی، کے خلاف نے سازشیں شروع کیں۔ اس کے نتیجہ میں جنگ، بلقان، جنگ طرابلس اور پہلی جنگِ عظیم میں کرنل لارنس نے عرب شیوخ کو ترکوں کے خلاف اپنے استعماری مفاد کے لیے استعمال کیا۔ اور ہندوستان میں بھی اس نے ساڑھے نوسوسالہ مسلمان سلطنت کے باقی ماندہ آثار کو جس طرح ختم کیا۔ شاہ جی اس سے بے حد آزردہ دل تھے۔ کے ان اسلام دشمن اقدامات نے شاہ جی کے دل میں زبردست آگ لگادی تھی۔ ان کی سے نفرت کا یہ عالم تھا کہ وہ ان کا وجود تو ایک طرف رہا، نام تک برداشت نہیں کرسکتے تھے۔ یہ وہ دور تھا جب ریاستوں کے مسلمان حکمران اور بالخصوص پنجاب میں مسلمان وزراء اور رؤساء کا فرزند دل بند کہلوانا اپنے لیے فخر و سعادت کا باعث سمجھتے تھے۔ ایسے ماحول میں مسلم عوام کو اور اُن کے کاسہ لیس رؤساء کے اثرات سے آزاد کر کے انھیں حریت کے راستے پر گامزن کرنے میں شاہ جی کا بہت بڑا حصہ ہے۔

شاہ جی نے کے خلاف اس وقت علم بغاوت بلند کیا جب پنجاب میں جاگیردار اور کے ٹوڈی حاکم تھے۔ سرسکندر حیات پنجاب کا وزیراعظم تھا۔ پنجاب میں اس کی مرضی

کے بغیر کوئی بھی حرکت نہیں کرسکتا تھا مگر شاہ جی کی مؤمنانہ للکار نے سکندر حیات کے اقتدار کو ہلا کر رکھ دیا۔

انھوں نے پنجاب کے غریب عوام کے ذہنوں میں سامراج کے خلاف بغاوت کوٹ کوٹ کر بھر دی۔

مجھے اپنے ماضی پر فخر ہے۔میں سربلند کر کے کہہ سکتا ہوں کہ مجھے اِن باکردار، جرأت منداور مخلص اکابر کی معیت میں آزادی میں حصہ لینے کی سعادت نصیب ہوئی ہے۔

شاہ جی کی جماعت مجلس احرار سلام ہندوستان کے غریب اور متوسط طبقہ کے کارکنوں پر مشتمل تھی۔اس کی روز افزوں ترقی سے اور اُس کے ٹوڈی خائف تھے۔عوام میں احرار کی جڑیں بہت مضبوط ہوگئی تھیں۔ چنانچہ ایک سازش کے تحت ۱۹۳۵ء میں مسجد شہید گنج کا مسئلہ کھڑا کیا گیا اور اس تحریک کا تمام ملبہ مجلس احرار پر گرادیا گیا۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اگر احرار پر شہید گنج کا ملبہ نہ گرایا جاتا تو پنجاب کی سب سے زیادہ مقبول ترین عوامی سیاسی جماعت مجلس احرار اسلام انتخابات میں بھاری اکثریت کے ساتھ کامیاب ہوتی۔مگر سر فضل حسین اور دوسرے ٹوڈیوں نے سازش کر کے احرار کو شکست دلوادی۔ ورنہ احرار کی کامیابی کی صورت میں پنجاب میں پہلی مرتبہ متوسط اور غریب طبقہ کی حکومت قائم ہو جاتی اور یہاں جاگیرداروں سے ہمیشہ کے لیے نجات مل جاتی......مگر اس سب کچھ کے باوجود شاہ جی نے اور اُس کے ٹوڈیوں کے خلاف کام جاری رکھا۔

اس سلسلہ میں شاہ جی کو بار بار جیل جانا پڑا۔سالہا سال تک قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں۔مگر ان کے پائے استقلال میں لحظہ بھر کے لیے بھی لغزش نہ آنے پائی۔ بلکہ جب بھی وہ جیل سے رہا ہوتے تو زیادہ شدت سے کی مخالفت کرنے لگتے۔ یہ بھی واقعہ ہے کہ شاہ جی نے پہلی مرتبہ قومی سیاست میں متوسط اور نچلے طبقے کو مسلمانوں کی قیادت سے بہرہ ور کیا۔اس قیادت نے ایثار اور بے لوثی کی جو مثالیں قائم کیں وہ آج بھی ہماری مختلف تنظیموں کے لیے مشعل راہ کا کام دے سکتی ہیں۔قیامِ پاکستان کے بعد جب شاہ جی نے پاکستان میں سکونت پذیر ہونے کا فیصلہ کیا تو وہ اپنے بچوں سمیت انتہائی بے سروسامانی کے عالم میں یہاں پہنچے۔چند ماہ دفتر احرار لاہور میں قیام فرمایا۔ پھر میری درخواست پر خان گڑھ تشریف لے آئے۔تقریباً ایک سال یہاں قیام فرمایا۔ یہ اُن کی حسنِ عطاء اور میرے لیے بہت بڑی سعادت تھی:

آپ آگئے تو رونق کاشانہ ہوگئی

خان گڑھ میں سیلاب آ گیا تو وہ دوستوں کے اصرار پر ملتان تشریف لے گئے اور کرائے کے مکان میں زندگی گزار دی۔انھوں نے اپنی جائیداد کے عوض نہ کسی جائیداد کی خواہش کی اور نہ ہی ان کے فقر و استغنا نے کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانا گوارا کیا۔وہ غیرت و حمیت کا پیکر تھے۔انھیں امرتسر میں واقع اپنے مکان کے ضائع ہونے کا کوئی غم نہ تھا۔البتہ اس بات کا انھیں ہمیشہ صدمہ رہا کہ امرتسر میں فسادات کے دوران ان کی لائبریری ضائع ہوگئی۔وہ اکثر اپنی کتب کو یاد کیا کرتے کیونکہ اہل علم کا حقیقی سرمایہ کتب ہی ہوا کرتی ہیں۔

شاہ جی، ایک عہد، ایک تاریخ بلکہ عہد ساز اور تاریخ ساز شخصیت تھے۔جدوجہد آزادی میں انھوں نے قوم کی صحیح رہنمائی کی۔تاریخ اُن کے خلوص و ایثار کو کبھی فراموش نہیں کرے گی۔شاہ جی، ہمیشہ یاد رکھے جائیں گے۔